خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ مؤذنوں کو درست اذانیں سکھائیں

صحیح تلفظ اور اچھی آواز کی اہمیت

”میں نے غالباً ایک سال کا عرصہ ہوا‘ خدام الاحمدیہ کو توجہ دلائی تھی کہ قادیان میں جو لوگ اذانیں دیتے ہیں ان کی اذانوں کی اصلاح کردیں۔ اب تو ان میں بہت سے مولوی فاضل بھی شامل ہو چکے ہیں۔ خود ان کے صدر مولوی فاضل اور حافظ ہیں اس لئے یہ کام ان کے لئے بہت آسان ہے مگر اب یہ مرض بجائے کم ہونے کے زیادہ شاندار ہو رہا ہے۔ ابھی جو اذان کہی گئی ہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ موذن کے حلق میں آلو پھنسا ہوا ہے۔ وہ ہر لفظ کو آؤں کہہ کر ادا کرتا ہے۔ پہلے تو میں نے توجہ دلائی تھی کہ حی کو حایا کہا جاتا ہے مگر آج صرف حی کہا گیا ہے یعنی دوسری یاء اڑ گئی ہے۔

اذان کا درست طور پر یاد کرلینا معمولی سی بات ہے اور اس کے خوبصورت یا بدصورت ہونے کا طبائع پر اثر پڑتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ایک مسجد کے پاس ایک سکھ رئیس رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ اس مسجد میں اذان دینے والے کو کچھ تحفہ دیا۔ پگڑی اور دس بارہ روپے اسے دے دیئے اور کہا کہ یہ نذر ہے اس لئے کہ آپ آئندہ اذان کہنی چھوڑ دیں۔ اس نے پوچھا کہ کیوں تو وہ کہنے لگا کہ آپ کی آواز ایسی اچھی ہے کہ میری بیٹی کہتی ہے کہ مجھے مسلمانوں کا مذہب بہت اچھا لگتا ہے اس لئے یہ نذر لے لو اور بھی میں پیش کرتا رہوں گا اور اذان کہنا چھوڑ دو۔ وہ بے چارہ معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ لالچ میں آگیا اور اذان کہنی چھوڑ دی۔ دوسرا جو اس کی جگہ مقرر ہوا اس کی آواز نہایت مکروہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز کے بعد اس سکھ رئیس کی لڑکی نے کہا کہ اباجی معلوم ہوتا ہے ‘میری رائے غلط تھی۔ مسلمانوں کا مذہب کوئی ایسا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

ظاہری باتوں کا طبائع پر اثر

تو ظاہری باتوں کا بھی طبائع پر اثر ہوتا ہے۔ ہندوستانی ل سے پہلے ایک آؤ کی آواز نکالتے ہیں اور اس طرح پورا زور لگا کر اس آؤ کو نکالتے ہیں جس طرح مزدور کہا کرتے ہیں کہ ”لادے زور“ مگر عربی طریق یہ نہیں وہ ال کہیں گے جیسے برتن میں کوئی چیز ڈالی جائے تو اسے جھنکار پیدا ہوتی ہے۔ یہ عربی زبان کی ایک خوبی ہے کہ اس میں ایک موسیقی پائی جاتی ہے اور کسی زبان میں یہ بات نہیں اور عربی کی اس خوبی کا بہترین نمونہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ دنیا کی کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس کی نثر ترتیل کے ساتھ پڑھی جاسکے جس طرح کہ قرآن کریم پڑھا جاسکتا ہے۔

اردو، انگریزی یا کسی اور زبان کی کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس کی عبارت اس طرح پڑھی جا سکے جس طرح ہم ترتیل کے ساتھ الحمد للہ رب العالمین پڑھتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر انگریزی کی یہ عبارت ہم ترتیل کے ساتھ پڑھیں "I will go there" تو وہ اس قدر مضحکہ خیز ہو جائے گی کہ ہر سننے والا ہنس پڑے گا مگر عربی کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا اتار چڑھاؤ بالکل نظم کا سا ہوتا ہے۔ اس کی حرکات اپنے اندر خصوصیات رکھتی ہیں اور جب تک ان کی اتباع نہ کریں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا منہ چڑا رہے ہیں۔ اکسنٹ (ACCENT) پر جتنا زور عربی نے دیا ہے اور کسی زبان نے نہیں دیا۔ ہر لفظ کی اس کے اتار چڑھاؤ سے اچھی یا بری شکل بن جاتی ہے اور ان کی کمی بیشی سے معنے بھی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً "ل" کے معنی ضرور کے ہیں لیکن اگر ذرا لمبا کر دیں اور "لا" کہیں تو اس کے معنی نہیں ہوں گے۔ تو حرکت کے ذرا چھوٹا یا بڑا کر دینے سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں یتقون اور یتقون کے الفاظ آتے ہیں۔ یتقون کے معنی ہیں وہ ڈرتے ہیں اور یتقون کے معنی ہو جائیں گے وہ مجھ سے ڈرتے ہیں تو جزم اور زیر کے فرق سے معنوں میں بہت سا فرق پڑ جائے گا۔

خدا تعالیٰ کے کلام کو بیان کرنے کی بہترین استعداد عربی میں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مرتبہ ایک پادری آیا۔ اس نے کہا کہ عربی زبان کوئی ایسی زبان نہیں کہ جس میں خدا کا کلام نازل ہو یہ تو بدوؤں کی زبان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں خدا کا کلام بیان کرنے کی جو استعداد عربی زبان میں ہے وہ کسی اور زبان میں نہیں مگر اس پادری کا دعویٰ تھا کہ انگریزی کا مقابلہ عربی زبان ہرگز نہیں کر سکتی۔ آپ نے اسے کہا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو بیان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ زبان ایسی ہو جو بڑے سے بڑا مضمون چھوٹے سے چھوٹے الفاظ میں ادا کر سکے۔ اس نے کہا ہاں۔ انگریزی میں ہی یہ خصوصیت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر میرا پانی کہنا ہو تو انگریزی میں کیا کہیں گے اس نے کہا "مائی واٹر"۔ آپ نے فرمایا عربی میں صرف "مائی" کہہ دینا کافی ہو گا گویا انگریزی میں واٹر زائد ہے۔ آپ کا یہ فرمانا بالکل خدائی تصرف کے ماتحت تھا ورنہ آپ تو انگریزی جانتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کے منہ سے ایسا فقرہ کہلوا دیا جس سے عربی کا اختصار انگریزی کے مقابلہ میں واضح ہو گیا حالانکہ شاذ کے طور پر کوئی ایسا فقرہ بھی ہو سکتا ہے جس کا انگریزی ترجمہ عربی سے مختصر ہو مگر آپ کے منہ سے اسی فقرہ کا نکلنا تصرف الٰہی کے ماتحت تھا کہ ایسا فقرہ آپ کے منہ سے نکلا کہ جس کا آدھا حصہ ہی عربی میں انگریزی کے پورے فقرے کے معنے دیتا ہے۔ تو عربی زبان میں کئی خصوصیات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی نثر ترتیل کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے اور زبانوں میں یہ بات نہیں۔ ان کو اگر اس رنگ میں پڑھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ منہ چڑایا جا رہا ہے۔

پس خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ تمام بیوت کے موذنوں کو درست اذان سکھائیں اور ان کو الفاظ پر بلاوجہ زور دینے اور گولائی دینے سے روکیں"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۰ء مطبوعہ الفضل ۳ مئی ۱۹۴۰ء)